معاشرتی امن کے قیام میں سزاؤں کے کردار کا تصور

CONCEPT OF IMPACT REGARDING PENALTIES ON THE FORMATION OF SOCIETAL PIECE.

ہدایت اللہ [i] ڈاکٹر آفتاب احمد [ii]

ABSTRACT:

We are going through an advanced era as compared to past. There exist numerous nations bearing various communities and societies. They differ due to their lifestyle. In common, no anyone is criminal by nature himself, but it is the surroundings which make him lead to such an act. So, generally, societal behavior influences a lot in making anyone ill-mannered. The reputation of the societies is ruined by various evils created by the humans themselves. Social observers also think that crimes and evils are the outcome of society itself. When it comes in case of others, so, it is also observed that if any subject is punished physically for the crime he commits; many others get admonition. A society becomes good and prosperous when behavioral and societal punishments are experienced with their full effects. The effectiveness of criminal justice should be evaluated whereas; severity of punishment does not bear full certainty. Psychological effect of punishment decreases intensity of violation in society. It also makes others refrain from violating rules of law.

KEY WORDS: *Physical, Societal and Psychological Punishment.*

تمہید:

کائنات میں جن جن معاشروں میں امن کا قیام وجود رکھتا ہے وہاں کے باسی زندگی کے ہر ہر لحظے سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔ معاشرتی امن مثمر ہے دماغی سکون، جسمانی راحت، معاشرتی رواداری، انصاف، یگانگت، ہم آہنگی وغیرہ پے۔ لیکن ہر معاشرہ مختلف مجموعی نظریات پر منحصر ہوتا ہے جو معاشروں کی تشکیل میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ یہ نظریات مضبوط، پائیدار اور مستحکم معاشروں کی بنیاد کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ان میں آسانی سے تغیر و تبدل پیدا نہیں ہوتا۔ لیکن کچھ ایسے دیگر عوامل اندرونی و بیرونی معاشرتی نظریات کی تغیر میں باعث بن جاتی ہیں جو معاشروں کے اندر اختلافات جنم لیتی ہیں اور متصادم نظریات وجود اختیار کرتے ہیں جس کی وجہ سے انفرادی اور مجموعی بگاڑ اور خرابیاں جنم لیتی ہیں۔ ان کی بیخ کنی کے لیے سزائیں تجویز کی جاتی ہیں۔ سزاء محض اس لیے نہیں دی جاتی کہ اس سے فرد واحد کی اصلاح مقصود ہو بلکہ معاشرے کی اصلاح کے لیے تصور سزاء اور تعمیل سزاء ضروری

---

[i] ۔ایم۔فل اسکالر، اسلامک اسٹڈیز ڈیپارٹمنٹ، یونیورسٹی آف بلوچستان، کوئٹہ پاکستان۔
[ii] ۔اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اسلامیات، شہید بے نظیر بھٹو یونیورسٹی شرینگل، پاکستان۔

ہے۔ اصلاح و تادیب، جرائم کی روک تھام اور کفارہ کے حصول کے لیے سزاوؤں کا تصور نہایت ضروری ہے۔ جنسِ سزاء ایک معیوب چیز ہے لیکن معاشرے کی اصلاح، بہبود اور استحکام کے لیے لازمی عنصر ہے۔

لغت میں سزاء کا مفہوم:

سزاء فارسی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی بدی کا بدلہ کے ہیں اور عربی میں فارسی کو عقوبت یا عقاب کہتے ہیں۔ انگریزی میں سزاء کو (Punishment) کہتے ہیں۔ لفظ ''Punish'' فرانسیسی لفظ ''Punir'' اور لاطینی لفظ ''Punire'' سے ماخوذ ہے جس کا مطلب سزاء یا تلافی کرنا ہے۔

اصطلاح میں سزاء کا مفہوم:

سزاء کی تعریف کے بارے میں مختلف آراء ہیں جن میں چند زیرِ قلم کی جاتی ہیں۔

☆ جو شخص کسی کے حقوق تلف کرے یا غصب کرے تو غاصب سے بدلہ لینے کو سزاء کہتے ہیں۔ شریعت میں اس کو حدود و تعزیرات کہتے ہیں۔

☆ سزاء وہ بدلہ ہے جو شارع (اللہ اور رسول ﷺ) کی نافرمانی کرنے پر اجتماعی مفاد کی خاطر مقرر کیا گیا ہو۔ [(1)]

☆ جو سزاء مجرم کو اس کے جرم سے باز رکھنے کے لیے دی جاتی ہے اس سزاء کو اسلامی شریعت میں عقوبت کہتے ہیں۔ [(2)]

☆ سزاء کا مقصد یہ ہے کہ لوگوں کی سرزنش کی جائے تاکہ وہ جرائم کے ارتکاب سے باز رہیں۔ [(3)]

☆ سزاء سے مراد عدالت مجاز سے ایسا قانونی حکم ہے جس میں حسبِ ضابطہ سزاء موجود ہو۔ [(4)]

☆ سزاء ایک قسم کا درد یا نقصان ہے جو کسی شخص کو اس کے بُرے کام پر دیا جاتا ہے جو قانون یا حکم کی خلاف ورزی کرتا ہے۔ [(5)]

☆ سزاء وہ شے ہے جو کسی سرزد ہونے والے فعل (جرم) کے امکان کو کم کر دے۔ [(6)]

☆ جرم کو کم کرنے کی خاطر کسی منفی محرک کا اضافہ۔ مثال کے طور پر کسی بچہ کے غلط رویہ میں کمی کرنے کے لیے اسے پیٹنا۔ [(7)]

☆ کسی رویہ کے بعد پیدا ہونے والی ایسی صورتحال جو اس رویہ کے کم ہونے یا ختم ہونے پر منتج ہو۔ [(8)]

☆ سزاء نفسیاتی تعلیم کے نظریے کی اصطلاح ہے جس کا مفہوم واضح ہے۔ اس سے مراد وہ شے ہے جو کسی رویہ کی شدت کو کم کرنے کا باعث بنے۔ کوئی شے ایسی نہیں جو بدیہی طور پر سزاء ہو۔ کسی شے کو سزاء اس وقت کہا جاتا ہے کہ اگر اسے نافذ کر دیا جائے تو وہ اس رویہ میں کمی پر منتج ہو جسے آپ کم کرنا چاہتے ہیں۔ [(9)]

☆ کسی رویے پر کسی ناپسندیدہ محرک کا استعمال جس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ اس رویے کے امکان میں کمی آجائے۔[10]

مندرجہ بالا ذکر شدہ سزاء کی تعریفات سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ جرم کسی مسلم ضابطہ کی خلاف ورزی کو کہتے ہیں جو معاشرتی بگاڑ پر منتج ہے۔ دوسری طرف سزاء وہ ناپسندیدہ رویہ ہے جو مجرموں کی سرزنش کے لیے قانون نافذ کرنے والے اداروں کی طرف سے منضبط کیا جاتا ہے یہ اس لیے کی مجرم دوبارہ جرم کے ارتکاب کی کوشش نہ کریں۔ اور ساتھ ہی مشاہدہ کرنے والے عبرت حاصل کریں تاکہ خلاف ورزیوں اور جرائم کی شرح میں خاطر خواہ کمی کی جاسکے اور معاشرتی امن کا قیام ممکن ہو سکے اور منفی رویے کی حوصلہ شکنی ہو سکے۔

عبرت ناک سزاء:

عبرت ناک سزاء کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ لوگ ذاتی مفادات کے تضاد کی صورت میں قانون کو ہاتھ میں نہ لیں اور معاشرے کے امن و سکون کے لیے مجرمانہ سرگرمیوں سے بچیں۔ عبرت ناک سزاء کا مقصد دوسرے لوگوں کو خوف دلانا ہے۔ یہ اس صورت میں ممکن ہے کہ معمولی خطاؤں اور جرائم پر سخت سزائیں دی جائیں۔ تاکہ دوسرے لوگ اس سے عبرت حاصل کر سکیں۔ قیام امن کے قیام کے لیے جرائم کے بدلے مختلف بدنی سزائیں دی جاتی ہیں جو مجرم کو اپنے کئے کا احساس دلائے اور معاشرے کے دوسرے افراد سبق سیکھ سکیں۔

بدنی یا جسمانی سزائیں مندرجہ ذیل ہیں:

1. سزائے موت
2. ہاتھ کا کاٹنا
3. کوڑوں کی سزاء

1. سزائے موت:

سزائے موت قصداً قتل، غداری، ارتکاب زنا، جرم ارتداد، جرم بغاوت، جاسوسی اور لواطت جیسی جرائم کے بدلے دی جاتی ہے۔ یہ پُر تشدد سزاء شریعت نے کسی فاسد کو دور کرنے کے لیے جائز قرار دیا ہے ظاہر ہے فساد کا دور کرنا بھی اپنے ذاتی اعتبار سے مصلحت ہے۔

2. چوری کے بدلے ہاتھ کاٹنا: اسلام نے چوری کے بدلے ہاتھ کاٹنے کی سزاء مقرر کی ہے۔ قرآن اس کا ثبوت دیتا ہے:

(السَّارِقُ وَالسَّارِقَۃُ فَاقطَعُوا ایدیھما جزاء بما کسبا نکالاً من اللہ)۔[11]

ترجمہ:۔ اور چور خواہ مرد ہو یا عورت دونوں کے ہاتھ کاٹ دو یہ ان کے کئے کا بدلہ جاری ہے۔

قرآن کریم کی اس آیت مبارکہ میں چوری کی سزاء کا حکم قطع ید ہے۔ اس سے انگلیوں کے کاٹنے کا احتمال ختم ہو جاتا ہے کیونکہ آیت میں ید لفظ صراحتاً استعمال ہوا ہے جس کے ہر اعتبار سے معنی ہاتھ کے آتے ہیں صرف انگلیاں نہیں۔ البتہ کندھے تک احتمال باقی رہ جاتا ہے۔ تو جمہور فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ اس سے مراد دائیں ہاتھ کو کلائی تک کاٹنا ہے۔ خوارج کندھے تک ہاتھ کاٹنا مراد لیتے ہیں کیونکہ ید کا اطلاق انگلیوں کے سروں سے لے کر بغل تک تمام عضو پر ہوتا ہے۔

یہ ابہام رسول اللہ ﷺ کے بیان سے دور ہو جاتا ہے کہ آپ ﷺ نے حکم دیا کہ چور کا ہاتھ کلائی سے کاٹا جائے نیز کلائی تک کاٹنا وہ مقدار ہے جو یقینی طور پر نص سے معلوم ہوتی ہے۔ لہٰذا اسے ہی اختیار کیا جائے گا۔ نیز معاملہ سزاء کا ہے لہٰذا سزاء میں وہی حکم لیا جائے گا جو یقینی ہو۔

4. ارتکاب زناء کے لیے شرعی سزاء یعنی کوڑوں کی سزاء:

قرآن وسنت سے لی گئی قوانین میں سے کوڑوں کی سزاء زناء اور قذف کے جرائم میں مشروع ہیں جبکہ شرانوشی کے جرم میں از روئے سنت اور از روئے اجماع ثابت ہے اس کے علاوہ تعزیری جرائم میں بھی کوڑوں کی سزاء قرآن، سنت اور اجماع سے ثابت ہے۔

کوڑے مارنے کی تعداد:

زنا کی سزاء قرآن کریم نے 100 کوڑے اور تہمت کی سزاء 80 کوڑے مقرر کی ہے۔ اس کے علاوہ شراب نوشی کے لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں 80 کوڑے کی سزاء مقرر ہوئی۔ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک زیادہ سے زیادہ تعداد 39 کوڑے ہے اور کم از کم سزاء 3 کوڑے ہیں۔

آلہ سزاء: لاٹھی یا کوڑا بغیر گانٹھ کے ہو اور وسط درجے کا ہو۔ جس کا مقصد یہ ہو کہ تعزیری سزاء دینے کی اصل غرض وغایت پوری ہو جائے۔ محض مجرم کو ایزاء دینا مقصود نہ ہو۔

اسلامی شریعت میں عقوبت (سزاء) کا مقصد اولین یہ ہے کہ اللہ کے بندوں کو مجرمین کی شرانگیزیوں سے محفوظ رکھا جائے۔ بعض جرائم ایسی ہیں جن پر عذاب آخرت کی وعید ہے مگر بعض ایسی جو نظام تمدن میں خلل انداز ہونے کی وجہ سے انسان کے اطمینان وسکون اور معاشرے کے امن وامان پر اثرانداز ہوتی ہیں ان کے لیے اسلامی شریعت نے حد مقرر کی ہے اور اس سلسلے میں ٹھوس سزاء تجویز کی ہے تاکہ اس دنیا میں ان افعال کے ارتکاب کی حوصلہ شکنی ہو اور نظام تمدن یا عام افراد امن وسکون سے قائم رہ سکے۔

اسلام نے جرم وسزاء کے مسئلے پر کسی مشفقانہ نظریے پر عمل نہیں کیا بلکہ اس کے نزدیک سزاء نفس انسانی کے تزکیہ وتصفیہ اور معاشرے کی تطہیر کا ایک زریعہ ہے اس لئے سنگین جرائم کے سوا دیگر میں توبہ اور پشیمانی کو بھی بڑی اہمیت دی گئی ہے تاکہ داخلی انقلاب کی وجہ سے نفوس رضاکارانہ طور سے جرائم سے بچ سکیں اور یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ اسلام کی اصطلاح میں ہر جرم معصیت ہے اور اس میں خدا کی طرف سے مواخذہ ہوگا۔

اسلامی شرعی سزاؤں کے نفاذ کے اثرات:

جو لوگ ایمان پر قائم رہتے ہیں، نہ تو دنیا کی خوشی میں غرق ہوتے ہیں اور نہ دنیا کے غموں سے دلبرداشتہ ہو کر گناہ اور جُرم کا راستہ اختیار کرتے ہیں بلکہ ہر حال میں ایمان پر استقامت کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ راہِ حق میں مصائب و آلام کو برداشت کرتے ہیں، تکالیف اور اذیتوں کے جھیلتے ہیں، رکاوٹوں اور آزمائشوں کا سامنا کرتے ہیں اور حق پر ڈٹے رہتے ہیں، انتہائی نامناسب حالات میں بھی ہمت نہیں ہارتے، ہر طرح کی سختیاں، تہمتیں اور اذیتیں خندہ پیشانی سے برداشت کرتے ہیں، سب کچھ لُٹا دیتے ہیں مگر رب سے تعلق نہیں توڑتے۔ ان کے ہائے استقلال میں کسی قسم کی لغزش نہیں آتی۔ راہِ حق میں جان بھی جاتی ہے تو اس پر بھی قائم بالحق رہتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے لیے نوید و خوشخبری ہے کہ ان کی مدد فرشتے کرتے ہیں اور ان پر فرشتوں کا نُزول ہوتا ہے؛ جیسے ''تتنزل علیهم الملٰئکۃ '' کا شرف ان ہی لوگوں کا حاصل ہے۔

یہ اللہ علیم و خبیر کا خاص فضل و کرم ہے کہ اس نے اپنے پیارے حبیب ﷺ کو جس شریعتِ مطہرہ سے نوازا ہے اس میں قیامِ امن اور فتنہ و فساد کی بیخ کنی کے لیے جہاں اور بہت سے احکام نازل فرمائے ہیں، وہاں حدود کی شکل میں اس بدامنی اور فتنہ و فساد کا تیر بہدف نسخہ بھی عطاء کیا ہے جن کی بدولت نہ صرف معاشرتی بدامنی کا خاتمہ ہوتا ہے بلکہ معاشی بدحالی اور سیاسی انتشار کی بھی جڑ کٹ جاتی ہے اور نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ ہر وہ جُرم جو بدامنی کا ذریعہ بن سکتا ہے وہ ڈاکہ، چوری ہو یا قتل و غارت گری ہو، زنا و قذف ہو یا فساد ہو، ان حدود کی تنفیذ سارے جرائم کا خاتمہ کر دیتی ہیں اور معاشرہ امن و سکون کا گہوارہ بن کر فلاح و صلاح کی راہ پر گامزن ہو جاتا ہے۔

اسلام نے باقی جرائم کے بجائے خود محاربہ اور فساد فی الارض کو قابل حد جُرم قرار دیا ہے، کہ جو کوئی گروہ اپنے ظلم و عدوان سے زمین میں فساد و فتنہ کے بیج بو رہا ہو گا، اسلام کا نظام حدود و تعزیرات اس کی بیخ کو بنیاد سے اُکھاڑ پھینکے گا اور اس طرح سے امنِ عامہ کا قیام ممکن ہی نہیں بلکہ یقینی بھی ہو جائے گا اور تادیر قائم و دائم رہے گا۔ کیونکہ جب اسلامی حدود و تعزیرات کا نفاذ عمل میں آجاتا ہے تو تمام بدامنی اور لاقانونیت فوراً امن اور قانون میں بدل جاتی ہے۔

خالد متین ہاشمی لکھتے ہیں:

''آج چوری نے شریف شہریوں کی زندگی اجیرن بنا رکھی ہے سینکڑوں ہزاروں افراد آج اس کی وجہ سے تباہ ہوئے جاتے ہیں بسوں میں سفر کرنا دشوار ہے، مسجد میں نماز پڑھنے جائیں تو رکوع و سجود اور امام کی قراءت سننے کی بجائے اپنے جوتوں پر نگاہ ہوتی ہے، اگر ذرا سی غفلت ہو جائے تو پھر ننگے پاؤں سڑکوں پر مارے مارے پھرتے ہیں۔ غرضیکہ نہ بازار محفوظ ہیں، نہ مکان نہ ریلیں محفوظ ہیں نہ بسیں۔ ہر جگہ چور اچکوں اور اٹھائی گیروں کا راج ہے۔ لیکن جب حدود کا نفاذ کر دیا جاتا ہے تو امن و امان قائم ہو جاتا ہے۔ سعودی عرب کی مثال ہمارے سامنے ہے، جہاں دکاندار لاکھوں روپے کا مال یونہی چھوڑ کر نماز پڑھنے یا دوسری ضروریات کے لیے چلے جاتے ہیں۔''(12)

اس ایک جُرم اور چوری کی وجہ سے معاشرے کا ہر فرد ہر جگہ پریشان نظر آتا ہے۔ نہ تو وہ مسجد میں سکون سے عبادت کر سکتا ہے، نہ سفر اطمینان سے کر سکتا ہے، نہ رات کو چین کی نیند سو سکتا ہے وغیرہ وغیرہ۔ اس کا علاج ایک ہی ہے کہ قانون الٰہی کا نافذ کر دیا جائے تا کہ فتنہ وفساد ختم ہو جائے اور اہل زمین سکون سے رہ سکیں۔ یہ روئے زمین نہایت کو بصورت ہے لیکن فتنہ وفساد نے ہمیشہ اس کا تاخت وتاراج کیا ہے۔ جب بھی یہ زمین فساد کا شکار ہوئی اور اس کے باشندوں نے الہامی تعلیمات کی پرواہ نہ کی، تو وہ لازماً کسی سماوی آفت میں مبتلاء ہوئے۔ لہٰذا اس زمین کی رونق برقرار رکھنے اور فساد کی سرکوبی کرنے اور امن وامان کی فضاء قائم کرنے کی واحد صورت یہی ہے کہ ان حدود وتعزیرات کو نافذ کر دیا جائے۔ جس سے فتن کی سرکوبی اور معاشرتی وریاستی امن کی بحالی یقینی ہے۔

جسٹس تنزیل الرحمٰن لکھتے ہیں:

''اسلامی قانون میں سزاء کے نفاذ سے جو غرض وابستہ ہے وہ یہ ہے کہ ہے کہ معاشرے میں رذائل کو مستحکم نہ ہونے دیا جائے۔ اسلام میں نہ ضرر پہنچانے کا تصور ہے اور نہ ہی ضرر برداشت کرنے کی گنجائش ہے۔ قرآن مجید کی رو سے فساد فی الارض ممنوع ہے۔ قرآن وسنت نے جن سزاؤں کو مقرر فرمایا ہے ان میں سے بندوں کی یہی مصلحت مقصود ہے کہ زمین پر فساد نہ پھیل سکے اور امن کے قیام کے لیے ہر ممکن راہ ہموار ہو سکے کیونکہ اللہ تعالیٰ فساد کو پسند نہیں فرماتا۔''(13)

اللہ تعالیٰ نے انسان کو اختیار اور ارادہ کی قوت عطاء فرمائی ہے اس میں عدم توازن کی وجہ سے دنیا میں فساد رونما ہوتا ہے اور ملائکہ کے وہ تحفظات سچ ثابت ہوتے ہیں جو انہوں نے تخلیق آدم علیہ السلام کے وقت بارگاہ الٰہی میں پیش کیے تھے۔ انسان خود اگر اس فساد پر قابو پانے کے لیے اٹھ کھڑا ہو گا تو ایک کے سدِباب سے دس کی راہ نکلے گی۔ لہٰذا انسانی فسادات وفتن کی بروقت روک تھام اور کماحقہ بیخ کنی کے لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے حسن انتظام سے حدود کی سزائیں مقرر کر دیں جو ان کی یقینی ضامن ہیں۔

سزائے محاربہ کے متعلق عبدالرحمٰن داؤد لکھتے ہیں:

''اسلام ایک انسانی دین ہے جس نے معاشرتی امن برباد کرنے والوں کے لیے سزائیں مقرر کی ہیں۔ اسلام نے محاربہ کی سفر ان کے لیے رکھی ہے جو دوسروں پر ظلم کرتے، قوت کا ناجائز استعمال کرتے اور نظمِ اجتماعی سے بغاوت کرتے ہیں۔ محاربین کی اذیت سے بڑھ کر معاشرہ کے لیے اور کوئی اذیت نہیں ہے۔ وہ حاکم ومحکوم ہر دو کے لیے شر کا باعث ہیں جو امنِ عامہ کو برباد کرتے اور زمین پر فساد پھیلاتے ہیں۔ ربانی حدود کے مستحق ہیں اور یہ سزاء ان کے جُرم کے بالکل مناسب ہے۔''(14)

حدود و تعزیرات کے عظیم ترین مقاصد میں دوسرا اہم مقصد انسداد جرائم ہے۔ کیونکہ اگر معاشرے سے جُرم ختم کر دیا جائے تو ایسا معاشرہ امن و سکون کا گہوارہ بن جاتا ہے۔ انسداد جرائم کے لیے ضروری ہے کہ جُرم و سزاء میں توازن ہو۔ متوازن سزاء ملنے کے بعد مجرم کبھی بھی دوبارہ اس قابل مواخذہ جُرم کا ارتکاب نہیں کرتا جبکہ غیر اسلامی قوانین میں جُرم و سزاء کے مابین بعد المشرقین پایا جاتا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ جُرم بہت بڑا اور سزا بہت چھوٹی ہوتی ہے اور مجرم سزاء پانے کے بعد جُرم سے تائب ہونے کے بجائے پہلے سے بڑا مجرم بن جاتا ہے۔ گویا اسلام کے نظام حدود و تعزیرات کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ معاشرہ ہمہ قسم کے جرائم سے پاک اور پُرامن ہو جاتا ہے۔

اسی لیے مولانا گوہر الرحمٰن لکھتے ہیں:

''اب سوچنا یہ ہے کہ کون سی تدابیر ہیں جن کے ذریعے جرائم کا سدِ باب ہو سکتا ہے۔ اس سلسلے میں ایک تو عمومی تدابیر ہیں جن کی وجہ سے معاشرے میں جرائم کی نفرت اور بھلائیوں کے ساتھ محبت پیدا ہو جاتی ہے اور ان کے ذریعے افراد معاشرہ طبعی نفرت کی بنیاد پر جرائم سے از خود اجتناب کرنے کے عادی بن جاتے ہیں۔ دوسری وہ خصوصی تدابیر ہیں جن کا تعلق خاص جرائم کے انسداد سے ہے۔ جرائم کی انسدادی تدابیر میں حدود و تعزیرات کا موثر نفاذ شامل ہے۔''(15)

انسانی فطرت میں جو کمزوریاں رکھ دی گئی ہیں وہ معاشرے میں جرائم و خطاء کا باعث بنتی ہیں۔ فطرت کی ان نے پہار کمزوریوں کو نکیل ڈالنے کے لیے ضروری ہے کہ ان کے لیے جو فوجداری نظام نافذ کیا جائے وہ بھی فطری ہونا چاہیئے۔ دنیا میں جہاں جہاں اسلامی تعلیمات پر مبنی حدود و تعزیرات کا قانون نافذ کیا گیا وہاں جرائم کی شرح قریباً نہ ہونے کے برابر ہے۔ اور جہاں ان فطری قوانین حدود سے بے اعتنائی کی گئی ہے وہاں ہزار کوششوں کے باوجود بھی جرائم ختم ہونے کا نام نہیں لے رہے۔ خود ہمارے زمانے میں اسلامی اور مغربی دنیا میں جرائم کی شرح اس کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

پیر محمد کرم شاہ الازہری لکھتے ہیں:

''اسلام نے سزاؤں میں یہ غلط رکھا ہے کہ وہ لوگ جن میں جرائم کے ارتکاب کا میلان پایا جاتا ہے وہ اس خوفناک سزاء سے ڈر کر جرائم کا ارتکاب نہ کریں۔ اگر سزاء میں یہ عنصر شامل نہیں ہے تو اس کا مطلب ہو گا کہ آپ چاہتے ہی نہیں ہیں کہ اس جُرم کا سدِ باب ہو اور کوئی اس کے قریب بھی نہ بھٹکے۔''(16)

اس سے معلوم ہوا کہ اسلام نے انسدادِ جرائم اور قیام امن کے لیے ادھوری اور غیر موثر کوشش نہیں کی بلکہ ایک جامع منصوبہ بنایا ہے اور اپنے قوانین حدود و تعزیرات میں ہر اس پہلو کا خیال رکھا ہے جو انسداد جرائم اور قیام امن کے لیے موثر ہو سکتا ہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اسلام کے نظام فوجداری میں جُرم و سزاء کے مابین اس قسم کا اعتدال اور توازن پایا جاتا ہے کہ جس کی مثال دنیا کے کسی بھی نظام میں دستیاب نہیں ہو سکتی ہے۔ جُرم و سزاء کے مابین

توازن ہی کا نتیجہ ہے کہ جس معاشرے میں حدود و تعزیرات کے تنفیذ عمل میں آتی ہے وہاں سے یقینی طور پر جرائم کا خاتمہ ہو کر امن کا قیام یقینی ہو جاتا ہے۔یہ تاریخ کا ایک آزمودہ تجربہ ہے۔

خلاصہ:

اسلام ایک عالمگیر مذہب ہے جس میں نظام زندگی کے ہر پہلو سے متعلق ایک مکمل اور متوازن ضابطہ موجود ہے۔اسی طرح اسلام کے حدود و تعزیرات کے نفاذ کے عمل سے ہر قسم کی بدامنی اور لاقانونیت فوراً امن اور قانون میں بدل جاتی ہے۔اسلام شریعت مطہرہ اللہ تعالیٰ کا خاص فضل و کرم ہے جس کے پھیلاؤ کے بعد امن کے قیام اور جرائم، فتنہ وفساد کی بیخ کنی ممکن ہو سکی۔

جہاں جرائم جس میں چوری، ڈاکہ، قتل وغارت، راہزنی، لوٹ مار، شراب خوری، عصمت دری، بے راہ روی کی وجہ سے ہر فرد کی زندگی مفلوج ہے وہاں اگر اسلامی قانون کی مکمل بجاآوری یقینی بنادی جائے تو معاشرے اور سماج میں ہر شخص اپنی شخصی آزادی سے زندگی کی ہر بہار سے لطف اندوز ہو سکتا ہے۔اسی کے ساتھ ساتھ ہر شخص کو زندگی کی سختیوں سے چھٹکارا ملے گا اور اپنی عبادات، معیشت، معاشرت، رہن سہن اور زندگی کے پہیہ کو بآسانی چلا سکے گا۔اسلامی قوانین کے مکمل نفاذ کے بعد نہ کسی قسم کا خوف ہو گا اور نہ ہی یہ اندیشہ ہو گا کہ کب اور کس وقت پریشانی کا سامنا ہو گا۔آج کے اس دور میں ہر ایک اس المیے کا شکار ہے اور ہر لمحہ یہ فکر رہتی ہے کہ بدامنی کے عالم میں کب اور کس وقت زندگی کے سرمایہ سے محروم کر دیا جاسکتا ہے کیونکہ نہ تو مسجد میں سکون سے عبادت کی جاسکتی ہے اور نہ ہی سفر اطمینان سے کیا جاسکتا ہے اور نہ رات کو چین سے نیند آسکتی ہے۔بے چینی کی اس کیفیت میں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ان سب کا حل کیا ہے؟تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس کا علاج قانونِ الٰہی کے مکمل نفاذ میں ہے۔اس زمین پر امن وامان کی رونق قائم رکھنے اور برقرار رکھنے کے لیے اور جرائم کی سرکوبی کے لیے ضروری ہے کہ شریعت محمدی ﷺ کے لائے ہوئے منزل من اللہ؛حدود و تعزیرات کو نافذ کر دیا جائے۔

جرائم کی روک تھام کے لیے ضروری ہے کہ جُرم وسزاء میں توازن برقرار رہے تاکہ متوازن سزاء ملنے کے بعد کبھی بھی مجرم دوبارہ اس قابل مؤاخذہ جُرم کا ارتکاب نہ کر سکے۔اسلام شریعت میں ہر خطاء پر موزوں اور متوازن سزاء دینے کا ضابطہ موجود ہے اور یہ خاصہ صرف اور صرف اسلام کو ہے اور مشاہدات سے ثابت ہے کہ دنیا میں جہاں جہاں اسلامی قوانین نافذ کیے گئے وہاں جرائم کی شرح تقریباً نہ ہونے کے برابر ہے جبکہ دوسرے ادیان میں انسدادِ جرائم اور قیام امن کے کے لیے متوازن نظام اور قوانین موجود نہیں۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اسلام نے اسدادِ جرائم اور قیام امن کے لیے ادھوری اور غیر مؤثر کوشش نہیں کہ بلکہ ایک جامع اور معیاری منصوبہ بنایا ہے اور اپنے قوانین حدود و تعزیرات میں ہر اس پہلو کا خیال رکھا ہے جو انسدادِ جرائم اور قیام امن کے لیے مؤثر ہو سکتا ہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اسلام کے نظامِ فوجداری میں جُرم وسزاء کے مابین اس قسم کا اعتدال اور توازن پایا جاتا ہے کہ جس کی مثال دنیا کے کسی بھی نظام میں دستیاب نہیں ہو سکتی ہے۔جُرم وسزاء

کے مابین توازن ہی کا نتیجہ ہے کہ جس معاشرے میں حدود و تعزیرات کے تنفیذ عمل میں آتی ہے وہاں سے یقینی طور پر جرائم کا خاتمہ ہو کر امن کا قیام یقینی ہو جاتا ہے۔ یہ تاریخ کا ایک آزمودہ تجربہ ہے۔

حوالہ جات:

1۔ عودہ عبدالقادر، التشریع الجنائی الاسلامی، ص.2،5.

2۔ تنزیل الرحمٰن، ڈاکٹر. جرم و سزاء کا اسلامی فلسفہ. ص،14.

3۔ عبدالعزیز، عامر. التعزیر فی الشریعۃ الاسلامیۃ.9،2.

4۔ ضابطہ فوجداری پاکستان. دفعہ،32.

5۔ انسائیکلوپیڈیا بریٹانیکا،800/9.

6۔ Para.unl.edu/para/SpedProg/Glossary.html

7۔ allpsych.com/dictionary/distionart3.html

8۔ specialed.peorlaud.k12.az.us/psyglossary.html

9۔ depression.about.com/library/glossary/biglossaryindezp.html

10۔www.durham.edu.on.ca/grassroots/oxfordtutors/sschool/Busi Ness/obglossary.html

11. القرآن سورہ مائدہ: 5:38

12۔ سید محمد متین ہاشمی،(1988ء، طبع دوئم). اسلامی حدود اور ان کا فلسفہ، مرکز تحقیق دیال سنگھ سٹریٹ. لاہور: ص:26

13۔ جسٹس تنزیل الرحمٰن،(1982ء، طبع اول). جُرم و سزا کا اسلامی فلسفہ، حرمت پبلی کیشنز. راولپنڈی: ص:50

14۔ عبدالرحمٰن الداؤد، (سن ندارد، طبع اول). اسلام کا نظام تعزیرات، طارق اکیڈمی. فیصل آباد: ص: 249

15۔ مولانا گوہر الرحمٰن،(2000ء). نفاذ شریعت اور اتحاد ملت، مکتبہ تفہیم القرآن. مردان: ص: 57

16۔ پیر محمد اکرم شاہ الازہری،(1399ھ).ضیاء القرآن،ضیاء القرآن پبلی کیشنز.لاہور: ص:273،274